بحث و نظر

اکرام اللہ ساجد

سنت کی دائمی حیثیت

✳ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تاقیامت نبی ہیں، پس آپؐ کی سنت کی اتباع بھی امت کے لیے تاقیامت لازمی ہے!

✳ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر قول اور ہر فعل ہمارے لیے شرعی راہنما ہے، آپؐ کی زندگی کے کسی حصہ کو نبوت سے الگ نہیں کیا جاسکتا ——— نبی علیہ السلام کی شخصی اور نبوی دو الگ الگ حیثیتیں متعین کرنا ایک بہت بڑا دھوکا، ایک بہت بڑی جسارت اور اہالیانِ اسلام کے خلاف ایک گہری سازش ہے۔

✳ مستشرقین کا کام اہلِ اسلام کے دلوں میں تشکیک پیدا کرنا ہے ——— اور اس سلسلہ میں مستشرقین نے جتنا کام کیا ہے مسلمان اپنے اسلام کے دفاع میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں کر رہے!

✳ قرآن مجید کے علاوہ سنت کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے لیا ہے ——— جس طرح کتاب اللہ ہمارے لیے تاقیامت راہنما ہے، اسی طرح سنت رسولؐ بھی ہمارے لیے دائمی راہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

"جامعہ لاہور الاسلامیہ" میں

"المعہد العالی للشریعۃ والقضاء" کے زیرِ اہتمام سمینار میں

"اسلامی حدود و تعزیرات کے سلسلہ میں سنت کی دائمی حیثیت" کے موضوع پر

مدیر الجامعۃ کا عالمانہ خطاب!

۲۶ جمادی الآخرۃ سنہ ۱۴۰۲ھ (مطابق ۲۱ اپریل سنہ ۱۹۸۲ء) بروز بدھ "جامعہ لاہور الاسلامیہ" میں "المعہد العالی للشریعۃ والقضاء" کے زیرِ اہتمام "اسلامی حدود و تعزیرات کے سلسلہ میں

سنت کی دائمی حیثیت" کے موضوع پر سیمینار سے مدیر الجامعہ جناب حافظ عبدالرحمن مدنی نے خطاب فرمایا ــــ مہمانِ خصوصی شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہٗ اور صاحبِ صدر ریٹائرڈ جسٹس جناب بدیع الزمان کیکاؤس نے اپنے خطابات میں مدنی صاحب کے خطاب کی تائید کی جبکہ محترم اسماعیل صاحب قریشی ایڈووکیٹ نے مسجدِ اقصیٰ کے افسوسناک واقعہ پر بھرپور احتجاج کیا اور اس سلسلہ میں قراردادِ مذمت بھی پیش کی۔

حاضرین میں "معہد" کے شرکار کے علاوہ متعدد دیگر اہلِ علم بھی موجود تھے ــ اس سیمینار کی مکمل کارروائی کو افادیت کے پیشِ نظر "محدث" میں شائع کیا جا رہا ہے! (ادارہ)

مدیر الجامعہ کا خطاب

تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد مدیر الجامعہ جناب حافظ عبدالرحمن صاحب مدنی نے اپنے خطاب کا آغاز فرمایا ــــ "سنت کی دائمی حیثیت" کے موضوع کے پیشِ نظر آپ نے فرمایا:

یہ موضوع اپنے الفاظ کے اعتبار سے ایک نیا موضوع معلوم ہوتا ہے لیکن ہمارے علمی اور دینی حلقوں کے لیے یہ نیا نہیں ہے، کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ایک وقتی چیز ہے یا اس کی حیثیت دائمی ہے؟

انہوں نے فرمایا:

صحیح بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ تا قیامت نبی ہیں لہٰذا آپؐ کی سنت کی حیثیت بھی دائمی ہے اور سنت کی اتباع امت کے لیے تا قیامت لازمی ہے۔

منصبِ رسالت:

اس سلسلہ میں وضاحت کے لیے مدنی صاحب نے منصبِ رسالت اور اتباعِ رسولؐ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہر امت اور ہر قوم میں ہادی بھیجا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ"

اور نبی کی یہی وہ حیثیت ہے جس کو تسلیم کیے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا ــــ ورنہ جہاں تک نبیؐ کے ذاتی اور شخصی اوصاف کا تعلق ہے، اس میں شبہ نہیں کہ نبی کے مقابلے میں کسی بھی دوسرے شخص کو کھڑا نہیں کیا جا سکتا ــــ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذاتی اوصاف و

کمالات تو عدیم المثیل اور عدیم النظیر ہیں، تاہم ان کمالات کا محض اعتراف نہ تو اصل مقصود ہے اور نہ ہی ایک مومن کا طرۂ امتیاز ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ اس سے یہ غلط فہمی نہ پیدا ہونی چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بیان کرنا اور آپؐ کی تعریف میں رطب اللسان ہونا غلط ہے، یا معاذ اللہ ہمیں اس سے انکار ہے، بلکہ اس سے غرض یہ ہے کہ صرف یہی چیز اصل مقصود نہیں، کہ اگر نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کا مقصد اور آپؐ کا منصب یہی ہوتا تو وہ قدیم و جدید مصنفین جو آپؐ کی خوبیوں کے معترف ہیں، لیکن کلمہ نہ پڑھ کر حلقۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے، آج ہم انہیں غیر مسلموں کی صف میں نہ دیکھتے ــــــ اور یہیں سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کے انکاری نہیں بلکہ معترف ہیں، تو یہ لوگ مسلمان کیوں کیوں نہ ہو گئے؛ ــــــ اصل بات یہ ہے کہ آپؐ کی محض خوبیاں بیان کر دینا اور چیز ہے اور مسلمان ہونا ایک اور چیز! ــــــ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا مشن یہ نہ تھا کہ ان کی خوبیاں بیان کی جائیں، بلکہ ان کا مشن یہ تھا کہ ان کے مخاطبین ان کی تعلیمات سے راہنمائی حاصل کر کے اپنی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے تحت بسر کر سکیں ــــــ مسلمان اور کافر میں یہی فرق ہے کہ کفار صرف آپؐ کی خوبیوں کے معترف ہیں، جبکہ ایک مسلمان آپؐ کی تعریف اس لیے بیان کرتا ہے کہ وہ آپؐ کو اللہ کے رسولؐ کی حیثیت سے مانتا ہے!

شبہات اور ان کا ازالہ؛

قرآنِ کریم میں ہے: "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ!" کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہیں! آپؐ کی یہی ایسی امتیازی حیثیت ہے جسے مان کر ایک شخص اللہ سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

مدنی صاحب نے فرمایا کہ:

سنت کی دائمی حیثیت کے متعلق مختلف علمی فتنوں نے بہت سے شکوک و شبہات پیدا کیے ہیں ــــ اور یہ شکوک و شبہات اندر سے جنم نہیں لیتے بلکہ باہر سے آئے ہیں جو اس موضوع کے بارے میں ایسا تصور پیدا کر دیتے ہیں کہ انسان تشکیک کا شکار ہو کر اگرچہ ایمان سے تو نہیں جاتا تاہم وہ ایک پختہ کار مومن کی حیثیت سے بھی باقی نہیں رہتا ــــ اور یہ ایک بہت پرانا حربہ ہے ــــ چنانچہ (مدنی صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ) اس سلسلہ میں ایک شبہ یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر بھی ہدایت حاصل ہو سکتی

اصل بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ کے بغیر ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے ہدایت حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں، مگر ان لوگوں نے یہ شبہ پیدا کر کے کہ رسولؐ کے بغیر بھی ہدایت حاصل ہو سکتی ہے، اس کو حدیثِ رسولؐ کے حوالہ سے تقویت بھی دے ڈالی ہے، کہ آپؐ نے فرمایا:

"لَمْ يَبْقَ مِنَ الْوَحْيِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ"[1]

کہ "وحی سے اگر کوئی چیز باقی رہ گئی ہے تو وہ مبشرات ہیں"!

نیز یہ کہ:

"خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں"[1]

"مبشرات" خوش کن سچے خوابوں کو کہتے ہیں ——— یا مثلاً ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرتا ہے ——— اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ "جو خواب میں مجھے دیکھتا ہے، اس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا!"

گویا ان احادیث سے یہ شبہ پیدا کیا گیا کہ خواب کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت حاصل ہو جانا ممکن ہے ——— یہ شبہ بظاہر معمولی ہے، لیکن حقیقت میں یہ بڑا ہی خطرناک عقیدہ اور بڑے ہی دور رس مذموم نتائج کا حامل ہے۔ یعنی یہ کہ رسولؐ کی سرے سے کوئی اہمیت ہی نہیں ہے اور اس کے واسطہ کے بغیر بھی ہدایت حاصل ہو سکتی ہے، یا رسولؐ کے مشن کی تکمیل اس کی زندگی میں نہیں ہوئی بلکہ اس کے بعد خوابوں کے ذریعہ جاری ہے —) گویا دوسرے الفاظ میں رسولؐ کی بعثت، مقصدِ بعثت اور تکمیلِ رسالت (نبی کی نبوت اور منصبِ نبوت) ہی سے انکار کر ڈالا گیا۔

مدنی صاحب نے اس شبہ کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اگر کسی امتی کو خواب میں یہ نظر آئے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہے، تو کیا اس خواب کی بناء پر وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر سکتا ہے؟ ——— ہرگز نہیں! لیکن حضرت ابراہیمؑ نے یہ خواب دیکھا تو آپؑ کے لیے اس پر عمل کرنا بھی لازمی تھا، لیکن کسی دوسرے (غیر نبی) کے لیے اس کا تصور بھی محال ہے ——— اور نبی اور غیر نبی کے خواب میں یہی فرق ہوتا ہے کہ نبی کا خواب معیار اور حجت ہے، جبکہ غیر نبی کا خواب معیار اور حجت نہیں ہوتا، قطع نظر اس سے کہ وہ خواب سچا ہو ——— اور سچا خواب تو کافر کو بھی آسکتا ہے، فرعون نے بھی تو ایک خواب دیکھا تھا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کے ہاتھوں اس کا زوال ہو گا ——— اور وہ خود اسی کی تعبیر کا شکار بھی ہوا ——— گویا غیر نبی کا خواب

سچا ہونے کے باوجود، اس پر عمل کو لازمی قرار دینا محلِ نظر ہے، اس لیے کہ نبی کے علاوہ کسی امتی کے لیے یہ تمیز ہی مشکل ہے کہ یہ خواب کہاں تک سچا ہے اور کہاں تک اس میں ملاوٹ ہے؟ جبکہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے ـــــ بعض دفعہ کسی انسان کو القاء ہوتا ہے، آپ اس کو چھٹی حس بھی کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص کہتا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے، آج خیر نہیں، بعد میں اس کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے کہ اس کا کوئی عزیز حادثے کا شکار ہو گیا ـــــ یہ القاء اگرچہ بعد میں درست ثابت ہوا لیکن پہلے سے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ یقینی ہے، جبکہ کسی بات پر عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ یقینی ہو۔ اور نبی کا خواب چونکہ وحی ہوتا ہے، لہٰذا یقینی ہے ـــــ ہاں کشف کے سلسلہ میں ہم انکار نہیں کرتے، مثلاً حضرت عمرؓ نے فرمایا، "اے ساریہ ..... !" چنانچہ سینکڑوں میل دُور آپؓ کی آواز بھی سنی گئی، تاہم کشف بھی حجت نہیں ہوتا، کیونکہ یہ خاصہ صرف نبی کا ہے کہ اس کی بات درست ہوتی ہے، جبکہ امتی کی بات واقع ہو جائے تو درست ہے، واقع نہ ہو تو درست نہیں ـــــ اور پہلے سے اس بات کی کوئی گارنٹی موجود نہیں ہوتی کہ یہ بات درست ثابت ہو گی یا غلط!

ـــــ حدیث رسولؐ کہ "جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا، اس نے مجھی کو دیکھا کہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا" ـــــ اس سے نبیؐ کی وفات کے بعد ہدایت حاصل ہو جانے کا استدلال کرنے والوں کا مزید رد کرتے ہوئے مدنی صاحب نے واقعاتی طور پر فرمایا:

ایک عالم اپنا خواب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے امام شافعیؒ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خصوصی اظہار دیکھا، چنانچہ اس خواب کی بناء پر انہوں نے حنفی مذہب کو چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کر لیا۔ لیکن علماء نے کہا کہ اتنا بڑا عالم اس قدر معمولی بات بھی نہ سمجھ سکا کہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اصل شکل میں دیکھنا تو حجت ہے، لیکن خواب میں آپؐ کا فرمان سننا تو حجت نہیں! ـــــ کیونکہ آپؐ نے یہ تو بیان فرمایا کہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔ لیکن آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ میری آواز نہیں بنا سکتا، بالخصوص جبکہ آپؐ کی آواز کو پہچان لینے کا، کہ یہ واقعتاً آپؐ ہی کی آواز تھی، کوئی ذریعہ بھی موجود نہیں۔ کیونکہ اس کو پہچان لینا صرف اس شخص کے لیے ممکن ہے جس نے آپؐ کی حیاتِ مبارکہ میں آپؐ کی آواز سنی ہو! پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر یا آپؐ کی وفات کے بعد ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کے حصول کا کوئی الہامی ذریعہ موجود نہیں ہے ـــــ اور یہی درحقیقت منصبِ رسالت ہے

کہ آپؐ، اللہ تعالیٰ اور ہمارے درمیان واسطہ ہیں!

ضمناً منصب رسالت کو ایک دوسری طرز سے بیان کرتے ہوئے مدنی صاحب نے فرمایا کہ رسولؐ کے منصب کو ماننے کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا نمائندہ (رسولؐ) تسلیم کیا جائے، کہ انبیاءؑ کا اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق ہوتا ہے جو کسی دوسرے غیر نبی کے لیے ممکن نہیں ——— اور رسولؐ کا کلمہ پڑھ لینے کے معنی بھی یہی ہیں کہ کلمہ پڑھنے والے نے گویا رسولؐ کی اس حیثیت کو تسلیم کر لیا ہے، چنانچہ یہی وہ تسلیم و اقرار ہے جس کی بناء پر ایک انسان حلقۂ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے، لیکن اگر رسولؐ کے علاوہ ہدایت کا کوئی اور ذریعہ بھی مان لیا جائے تو گویا اس منصب کے وجود کو کسی دوسرے میں بھی تسلیم کر لیا گیا، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس عقیدہ کی بناء پر وہ حلقۂ اسلام سے مکمل طور پر وابستہ نہ ہوا۔ کیوں کہ اس طرح وہ شرک فی الرسالت کا مرتکب ہوا!

انبیاءؑ کے اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق اور منصب رسالت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مدنی صاحب نے فرمایا:

نبوت اکتسابی اور اختیاری چیز نہیں، بلکہ یہ ایک وہبی چیز ہے ——— یہ ولایت کے درجوں میں سے ایک اعلیٰ درجہ بھی نہیں کہ ریاضت کرتے ہوئے کوئی انسان نبوت کے مقام تک پہنچ جائے، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فضل ہے، وہ جسے چاہے، عطا فرما دیتا ہے: "اَللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ"!

سنت کیا ہے؟

مدنی صاحب نے فرمایا کہ:

منصب رسالت بیان کرنے سے میرا مقصود یہ تھا کہ اس سے سنت کی اہمیت واضح ہو کر سامنے آ جائے ——— چنانچہ اب ہم براہ راست "سنت کی دائمی حیثیت" پر گفتگو کر سکیں گے ——— لیکن اس سے قبل ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ سنت کی تعریف کیا ہے؟

سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عملی زندگی کا نام ہے۔ سنت کی تین قسمیں ہیں، آپؐ کے ارشادات عالیہ کا نام قولی سنت ہے، جو امور آپؐ نے انجام دیے، فعلی سنت کہلاتے ہیں۔ اور اگر آپؐ نے کسی شخص کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھ کر خاموشی اختیار فرمائی تو اس کا نام تقریری سنت ہے۔

مختصراً آپؐ نے اپنی حیات مبارکہ میں جو کام بھی کیا، اس کا نام سنت ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں

نے اس میں یہ تخصیص کی ہے کہ سنت سے مراد آپؐ کی زندگی کے وُہ امور ہیں جو آپؐ نے بحیثیتِ نبی انجام دیے ہیں، اور جو کام آپؐ نے بطورِ عادت کیے ہیں وُہ سنت نہیں —— مثلاً آپؐ کا لباس ہمارے لیے شرعی حیثیت نہیں رکھتا —— لیکن یاد رکھیے، یہ صریحاً دھوکا ہے —— نبی علیہ السلام کی شخصی اور نبوی دو الگ الگ حیثیتیں متعین کرنا ایک بہت بڑی جسارت ہی نہیں، اہالیانِ اسلام کے خلاف ایک گہری سازش بھی ہے !

یہ دراصل مستشرقین کا کام ہے جن کا مقصد اہلِ اسلام کے دلوں میں ان کے اسلام کے بارے میں تشکیک پیدا کرنا ہے —— اور اس سلسلے میں انہوں نے جتنا کام کیا ہے، مسلمان اسلام کے دفاع میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں کر رہے !

مدنی صاحب نے فرمایا :

مجھے یاد ہے کہ مولانا مودودی مرحوم نے اپنے دو مقالوں میں جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی ان دو الگ الگ حیثیتوں کو متعارف کرایا تو "المسلمون" نے مولانا کے اس نظریے کا تعاقب کرتے ہُوئے کہا کہ گویا اس کے معنی یہ ہُوئے کہ یہ فیصلہ ہم کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی بات نبوی حیثیت رکھتی ہے اور کون سی شخصی ؟ جس کے جواب میں مولانا نے لکھا کہ عملی اعتبار سے نبی ہر حالت میں نبی ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض خواصے بھی ہیں، رشتے بھی ہیں اور ذاتی تعلقات کی نفی بھی نہیں کی جا سکتی، لیکن علماء نے یہ کہا ہے کہ اگرچہ یہ چیزیں ذاتی ہیں، تاہم ہمارے لیے ان میں بھی راہنمائی اور ہدایت کے سامان موجود ہیں، مثلاً حضرت عباسؓ آپؐ کے چچا ہیں اور چچا ہونے کی حیثیت سے آپؐ ان کا احترام کرتے ہیں۔ یہ آپؐ کا ذاتی تعلق ہے لیکن ہمارے لیے آپؐ کی یہ بات بھی اس لیے راہنما کی حیثیت رکھتی ہے کہ انسان اپنے حلقہ میں خواہ کتنا ہی معزز و محترم کیوں نہ ہو، اسے بہر حال اپنے بڑوں کا احترام کرنا چاہیے، نیز اس سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چچا سے برتاؤ یوں کیا جاتا ہے جس طرح کہ آپؐ نے کیا —— آپؐ کا لباس عربی ہے اور ہمارے لیے یہ امر بھی بایں معنیٰ روشنی ہے کہ اس سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ قومی اور علاقائی لباس شریعت نہیں ہوتے —— کھجوروں کی پیوند کاری سے آپؐ نے صحابہؓ کو منع فرما دیا، جس کے نتیجہ میں پیداوار کم ہوئی تو صحابہؓ نے آپؐ سے صورتِ حال بیان فرمائی، تب آپؐ نے فرمایا :

"أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ"!

کہ "تم اپنے دنیاوی امور کے متعلق بہتر جانتے ہو"!

شبہ اور اس کا ازالہ :

مدنی صاحب نے فرمایا :

بعض علماء نے اس واقعہ سے یہ جواز نکالا ہے کہ آپؐ کا فلاں حکم چونکہ دنیاوی ہے، لہٰذا اسے ہم ہدایت نہیں مانتے ——— لیکن دوسرے علماء اس سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کوئی ایک ایسا صاحبِ رسول بھی تھا جس نے آپؐ کے پیوند کاری نہ کرنے کے حکم کی خلاف ورزی کی ہو حتیٰ کہ آپؐ نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی؟ ——— معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں بھی ہمارے لیے ہدایت کا سامان یوں موجود ہے کہ کوئی فیصلہ دینی ہے یا دنیاوی، یہ فیصلہ کرنا بھی نبی کا کام ہے اور یہ بھی آپؐ ہی کی وضاحت سے ممکن ہے ——— یا زیادہ واضح الفاظ میں یوں سمجھیے کہ کھجوروں کی پیوند کاری کا مسئلہ دینی ہے یا دنیاوی؟ اس کی وضاحت کیونکر ممکن ہوتی؟ ——— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتانے سے ——— گویا اس معاملہ میں بھی ہم آپؐ کی ہدایت سے مستغنی نہیں رہے۔

اس سے حاصل یہ ہوا کہ تجرباتی امور شرعی نہیں ہوتے بلکہ تدبیری ہوتے ہیں، لیکن یہ بات بھی آپؐ کے بتانے سے معلوم ہوئی کہ فلاں کام دینی ہے یا دنیاوی، انتظامی ہے یا تدبیری، شرعی ہے یا آزاد ———؟ گویا اس وضاحت سے ہم مباح کے میدان میں داخل ہوتے ہیں؛ اور مباح بلاشبہ شرعی حکم ہے جو اللہ تعالیٰ کی منشا کا ترجمان ہے، اور اللہ تعالیٰ چونکہ اپنی منشا کا اظہار نبی کے ذریعہ ہی فرماتے ہیں، لہٰذا یہ بات سنت کی دائمی حیثیت پر دال ہونے کے علاوہ منصبِ نبوت کی بھی ترجمان اور اس پر شاہد عدل ہے ——— اسی طرح فرض، واجب، سنت، مستحب، حرام اور مکروہ وغیرہ صورتوں کی وضاحت بھی آپؐ کے فرمان ہی سے ہوتی ہے۔

پس ؛ (مدنی صاحب نے پُرزور الفاظ میں فرمایا:) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر قول اور ہر فعل ہمارے لیے راہنما ہے اور آپؐ کی حیاتِ مبارکہ کے کسی حصّہ کو بھی نبوت سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا ——— حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعثت سے قبل کا دورِ حیات بھی اس اعتبار سے راہنما کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی نبوت سے قبل بھی کمال عفت و عصمت کی زندگی بسر کرتا ہے اور وہ اپنے اوصافِ حمیدہ

اخلاقِ حسنہ اور اعلیٰ کردار کے لحاظ سے بھی دوسروں میں ایک منفرد اور ممتاز مقام و حیثیت کا حامل ہُوا کرتا ہے اور اس حیثیت سے وُہ نبوت کی دلیل بنتا ہے! ——— اور یہ میں نہیں کہہ رہا، ربِّ ذوالجلال نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے اس دور کو قرآن مجید میں کفار کے سامنے بطور دلیل کے پیش فرمایا اور نبی علیہ السلام کی زبان سے یہ کہلوایا ہے:

"لَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ؟"

کہ "اے لوگو، میں نے اس (دورِ نبوت) سے قبل بھی ایک زمانہ تم لوگوں کے درمیان گزارا ہے (کیا تمہارے لیے میرا یہ دورِ حیات میری نبوت کا ٹھوس ثبوت فراہم نہیں کرتا کہ میں نے آج تک کسی انسان کے سامنے بھی غلط بات نہیں کہی، تو پھر کیا میں اللہ پر جھوٹ باندھنے لگوں گا؟ ——— نیز یہ کہ میری زندگی میں یہ اچانک انقلاب کیسے آ گیا، ایک عام انسان افلاک میں گم، بے شمار رازوں سے نقاب کیونکر سرکانے لگ گیا؟ ——— تو پھر آپؐ کا یہ دورِ حیات کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ثبوت کے طور پر منکرینِ نبوت کے سامنے پیش فرمایا ہے، نبوت کی دلیل کے سامان کیوں مہیا نہیں کر سکتا؟"

——— مدنی صاحب نے فرمایا، سنئے!

یہ لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی اور نبوی حیثیت کی بحث میں اُلجھے ہوئے ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارے لیے تو آپؐ کی وُہ حیثیت بھی، کہ جس کو "شخصی" کا نام دیا جا رہا ہے، رحمت کی حیثیت رکھتی ہے کہ آپؐ کی زندگی کے ہر حصہ کو راہنما تسلیم کرنے سے ہمیں ان امور پر تو ثواب ملے گا ہی، جن کو یہ شرعی کہتے ہیں، لیکن جن کے شرعی ہونے کے یہ قائل نہیں، ان میں بھی ہم ثواب سے محروم نہ رہیں گے کہ ہم اسے مباح (اللہ کا حکم) سمجھ کر کریں گے، جبکہ آپؐ کی شخصی اور نبوی دو حیثیتوں کو تسلیم کر لینے سے ہمیں آپؐ کی زندگی کے ایک مخصوص حصّہ کو اپنا لائحہ عمل بنا لینے پر تو ثواب ملے گا لیکن دوسرے مخصوص حصّے پر عمل پیرا ہونے کے باوجود ہم ثواب کے حصول سے محروم رہ جائیں گے! ——— لیکن وُہ ذات کہ جس کو خود خدائے لم یزل "رحمۃ للعالمین" کا نام دیں اور جس کا وجود سراپا رحمت ہو، اس کی رحمت کے یہ شایانِ شان نہیں کہ اس کی زندگی کا ایک حصہ تو رحمت ہو اور دوسرا رحمت نہ ہو ——— یا بالفاظ دیگر اس "رحمت" کی صفت کو محدود اور مقید کر دیا جائے!

سنت کی دائمی حیثیت: مدنی صاحب نے سنت کی دائمی حیثیت پر مزید استدلال کرتے

ہوئے فرمایا:

علماء نے کہا ہے کہ ہمارے لیے کوئی چیز بھی عقلاً نہیں بلکہ اس کی حیثیت شرعی ہے۔ مثلاً کسی ایسی چیز کا دھونا جس پر پیشاب کے چھینٹے پڑ جائیں، اگر آپ اسے دھونے لگیں گے تو عقلاً جو پانی اس مقام کو چھوئے گا اور جو ہاتھ اسے دھوئیں گے وہ بھی ناپاک ہو جائیں گے لیکن شرعاً یہ چیز دھونے سے پاک ہو جاتی ہے گی ——— پانی کی بالٹی میں پیشاب کا قطرہ گرنے سے سارا پانی ناپاک ہو جاتا ہے، لیکن کسی ایسی جگہ، جہاں پر پیشاب کا ایک قطرہ نہیں، پورا پیشاب کر دیا جائے، اس پر پانی کا ایک ڈول بہا دینا اس جگہ کو پاک کر دینے کے لیے کافی ہو گا ——— عقلاً یہ دونوں صورتیں متعارض ہیں، لیکن شرعاً متعارض نہیں! ——— اسی طرح عورتوں کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سوال کہ "اے اللہ کے رسولؐ، ہماری چادریں جب ناپاک زمین سے گزرتی ہیں تو ناپاک ہو جاتی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟" ——— فرمایا، "اس کے بعد جب یہی چادریں پاک زمین پر سے گزریں گی تو خود بخود پاک ہو جائیں گی!" اس ضمن میں ان صحابہؓ کے اس اشکال کا حوالہ بھی مناسب رہے گا جنھوں نے آپؐ سے یہ سوال کیا تھا، "اے اللہ کے رسولؐ! ہم ننگے پاؤں بعض دفعہ ناپاک زمین سے گزرتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس جوتے نہیں" تو آپؐ نے فرمایا، جب اس کے بعد یہی پاؤں پاک زمین پر پڑیں گے تو پاک ہو جائیں گے" یہ ہدایات احادیث سے مستنبط ہیں، الفاظِ احادیث اس وقت یاد نہیں ہیں" گویا یہ پاکی وغیرہ کے سب مسائل ایسے ہیں جن میں عقل سے بڑھ کر شریعت کی حکمرانی ہے ——— پس سنت کے سلسلہ میں اہم چیز یہ ہے کہ کوئی بات جائز ہے یا ناجائز، دینی ہے یا دنیاوی، یہ فیصلہ کرنا سنت کا کام ہے ——— مثلاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابہ کرامؓ سے جنگِ بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ کرنے اور بعض صحابہؓ کے آپؐ کی رائے کے خلاف مشورہ دینے کے انداز سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ تدبیری امور میں رائے کی آزادی ہے، نیز اسی سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ فلاں کام میں آپ کو اختیار ہے، چھٹی ہے اور فلاں کام آپ اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے ——— لہٰذا سنت میں یہ تخصیص غلط ہے کہ آپؐ کی ایک سنت ہمارے لیے شریعت ہے، اور دوسری شریعت نہیں ——— اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی ہمارے لیے کھلی کتاب ہے ——— حتیٰ کہ بعض صحابہؓ نے آپؐ سے ایک دفعہ عرض کی کہ حضورؐ، آپ کبھی غصہ میں بھی ہوتے ہیں، کیا اس کیفیت میں بھی آپؐ جو کچھ فرمائیں ہم لکھ لیا

کریں؟" آپؐ نے فرمایا، میری زبان سے حق کے علاوہ کچھ نکل ہی نہیں سکتا ——— چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اشارہ کیا ہے کہ نبی کی خاموشی بھی حجت ہے لیکن کسی دوسرے کی خاموشی حجت نہیں!

مدنی صاحب نے سنت میں تخصیص کا رد کرتے ہوئے اور اس کی جامع حیثیت پر سنت کی اہمیت کے ضمن میں قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا، قرآن مجید میں ہے:

"اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا۔"!

کہ "اللہ کی اطاعت کرو، تم (اللہ کے) رسولؐ کی اطاعت کرو، اور اگر تم اس بات سے اعراض کرو گے تو رسول اللہ اپنی ذمہ داری کے مسئول ہیں اور تم اپنی ذمہ داری کے مسئول! لیکن اگر تم نبیؐ کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔"!

آیت کا مطلب واضح ہے کہ نبیؐ کا کام احکام کو پہنچا دینا ہے اور تمہارا کام یا ان احکام کو تسلیم کر لینا یا (بدقسمتی سے) اعراض کرنا ہے ——— لیکن آخر میں یہ بھی فرما دیا کہ اگر تم اطاعت رسولؐ کو اپنا شعار بناؤ گے تو ہدایت تمہارا مقدر ہو گی ——— اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ نبیؐ کی اطاعت ایک مستقل چیز ہے ——— اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"!

کہ "جس نے رسولؐ اللہ کی اطاعت کی، اس نے گویا اللہ ہی کی اطاعت کی"! کیونکہ نبیؐ اللہ تعالیٰ کی منشا کے ترجمان ہیں، اس لیے وہ مطاع ہیں!

مدنی صاحب نے مزید فرمایا، ارشادِ الٰہی ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ الآیۃ"

کہ "اے ایمان والو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو، لیکن اگر تم میں کسی بات کے متعلق نزاع ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرو"

اس آیت میں گرامر کے اعتبار سے "اولی الامر" "اطیعوا" کا مفعول ہے۔ یعنی اللہ، رسولؐ

اور اولی الامر تینوں کی اطاعت کا حکم ہے۔ لیکن "اولی الامر" کے ساتھ "اطیعوا" کا اضافہ نہیں، جبکہ لفظ "اللہ" اور "رسول" کے ساتھ یہ لفظ موجود ہے۔ یعنی بلاغت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ لفظ "رسول" کے ساتھ بھی اس کا اضافہ اس لیے کیا گیا ہے تاکہ اس میں زور پیدا ہو سکے (مثلاً قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد" کی بجائے "قل ھو اللہ احد۔ ھو الصمد" نہیں کہا گیا تاکہ اس میں زور پیدا ہو جاتے) اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبیؐ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وُہ اپنی زندگی میں کسی ایسی بات پر قائم رہ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی منشاء سے ہٹ کر ہو، غلط ہے، کہ نبی معصوم ہوتا ہے، چنانچہ "اولی الامر" کے ساتھ "اطیعوا" کا اضافہ اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہاں یہ صورتِ حال نہیں!

اور اسی آیت میں یہ بھی بتا دیا کہ اگر تمہارا کسی کام کے بارے میں نزاع ہو جائے تو معاملہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے سپرد کر دو، حالانکہ نزاع ہوتا ہی تدبیری امور میں ہے، جس کے معنیٰ "کشمکش" کے ہیں —— اور تدبیری امور میں آپ کو چھٹی ہے، اس کے باوجود نزاع کی صورت میں "رُدُّوہُ اِلَی اللہِ وَالرَّسُوْلِ" کا مطلب یہ ہے کہ تدبیری امور میں حق و باطل کی وضاحت بھی سنت ہی سے ہوگی ——!

علاوہ ازیں اس آیت سے عصمتِ رسولؐ پر استدلال کرتے ہوئے مدنی صاحب نے فرمایا کہ نبی کی اطاعت ایک مستقل چیز ہے اور وُہ منشاء الٰہی سے ہٹ کر بات نہیں کرتے اور اگر ہٹ بھی جائیں تو بعد میں آپؐ نے خود ہی اس کی نشاندہی بھی فرما دی ہے جیساکہ جنگِ بدر کے قیدیوں کے آزاد کر دینے کے متعلق آپؐ نے فرمایا کہ مجھ سے غلطی ہوئی —— نیز اس تنبیہ خداوندی کہ (لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ!" کہ "اگر اس امر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے سے معافی نہ لکھ دی گئی ہوتی تو ان قیدیوں کے آزاد کرنے کے سلسلہ میں) عذاب بھی آسکتا تھا" کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عذاب دکھایا، اور اگر یہ عذاب آجاتا تو عمرؓ کے سوا اس سے کوئی بھی نہ بچتا!" کہ ان کی وہی رائے تھی جو اللہ تعالیٰ کی منشاء بھی (اس سے حضرت عمرؓ کی شان کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے)

پھر اس آیت سے رسولؐ کی بشریت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ رسول سے کوئی نہ کوئی کام ایسا کرایا جاتا ہے جو بشریت کا تقاضا ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وُہ عصمت کے مقام پر قائم رہتا ہے کہ اس کی اصلاح کر دی جاتی ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو پھر رسولؐ کی اطاعت

حجت نہیں رہتی !

پس سنت جامع ہے اور آپ کی زندگی کا ہر لمحہ ہمارے لیے راہنما ہے !

مدنی صاحب نے سنت کی دائمی حیثیت کے موضوع پر واپس آتے ہوئے ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا کہ :

جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے بعض لمحات کو سنت قرار دیا ہے، بعض کو نہیں ——— اور جو لوگ آپ کی زندگی کے ہر لمحہ کے سنت ہونے کے قائل ہیں ——— ان دونوں نظریات کے باوجود سنت کی دائمی حیثیت اس لیے متاثر نہیں ہوتی کہ سنت جس چیز کا نام ہے (خواہ وُہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ ہو یا آپ کی زندگی کے بعض لمحات) سوال یہ ہے کہ آیا اس کی حیثیت وقتی ہے یا دائمی ؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنا مشکل نہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت دائمی ہے یا وقتی ؟ اگر آپ کی نبوت وقتی ہے تو سنت بھی وقتی ہوگی، لیکن **اگر آپ کی نبوت دائمی ہے تو سنت بھی یقیناً دائمی ہوگی ——— اس لیے کہ سنت تو منشاء الٰہی کی** ترجمانی کا نام ہے اور منشاء الٰہی کی تبدیلی سے سنت کے ترجمان ہونے کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا ! ایک مثال سے مدنی صاحب نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا :

بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے سولہ مہینے نمازیں پڑھی جاتی رہیں، جب تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا تو صحابہؓ نے آپ سے سوال کیا کہ ہماری ان گزشتہ نمازوں کا کیا بنے گا جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی جاتی رہی ہیں ؟ تو جواباً اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

" وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ " (یہاں ایمان سے مراد نمازیں ہیں) "کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ان نمازوں کو ضائع نہیں فرمائیں گے" ! اس لیے کہ پہلے بھی حکم الٰہی پر عمل ہُوا ہے اور اب بھی حکم الٰہی پر ہی عمل ہو رہا ہے !"

مدنی صاحب نے فرمایا کہ یہاں اس سلسلہ کا ایک پہلو انتہائی قابلِ غور ہے، کہ قرآنِ مجید میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم موجود نہیں بلکہ یہ رسول اللہ کی سنت تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں آپ کی اس سنت کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے فرمایا :

" وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ

مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ؛

کہ "ہم نے اس قبلہ کو جس کی طرف آپ متوجہ تھے، اس لیے قبلہ قرار دیا تھا تاکہ ہم جان لیں، کون آپ کی اتباع کرتا ہے اور کون اس سے روگردانی کرتا ہے!"

لہٰذا اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کسی حکم کے الفاظ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہوں یا رسول اللہ اس کا حکم دیں ——— قرآن مجید میں ہر حکم کا ہونا ضروری نہیں کہ اصل چیز رسول ؐ کی اطاعت ہے جو درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے ——— بلکہ اس پر بھی مستزاد یہ کہ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا بھی ہمیں اس دلیل سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے ہمیں یہ بتایا ہے، کہ یہ کلام الٰہی ہے، جبکہ ہر شخص کے لیے اس کی تحقیق ممکن نہیں، پس اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہنے سے ہم اسے اللہ کا کلام تسلیم کر سکتے ہیں تو آپؐ کی باقی زندگی ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی منشاء کی ترجمانی اور حجت کیوں نہیں ہو سکتی؟ قطع نظر اس سے کہ وہ الفاظ کی صورت میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قرآن، یا معنیٰ کی صورت میں ہو، جیسے کہ سنت رسول ؐ!

اور قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب بھی یہی بیان کیا گیا ہے،

"وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ!"

کہ "ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے بیان کریں!"

مزید ارشادِ الٰہی ہے:

"لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ... ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ!"

کہ "آپ (بوقتِ وحی) قرآنی الفاظ کو محفوظ کرنے کے لیے جلدی جلدی پڑھنا نہ شروع کر دیں کہ اسے جمع کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور پھر اس کا بیان بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔!"

آپ دیکھتے ہیں، قرآن کے جمع کر دینے کی یہ ذمہ داری کس حد تک پوری ہوئی کہ ایک ایک نکتہ اور شوشہ تک محفوظ ہے ——— تو پھر اس کے بیان (سنت) میں کسی قسم کا شک روا رکھنا کہاں تک درست ہے؟ جبکہ ان دونوں کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے ——— اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک گوشہ جس طرح

ہمارے سامنے موجود اور محفوظ ہے، کسی دوسری شخصیت کے لیے اس کی نظیر ممکن نہیں!

مدنی صاحب نے اس سلسلہ میں ایک اور دُور رس نکتہ بیان فرمایا کہ:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ!"

یعنی "ہم نے ذکر کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں!"

(انہوں نے فرمایا)

غور کیجئے، یہاں اللہ تعالیٰ نے "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الْقُرْاٰنَ" نہیں فرمایا "نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ" فرمایا ہے ـــــ ذکر کے معنی نصیحت کے ہیں، اور ذکر اور قرآن میں معمولی سا فرق ہے۔ ذکر قرآن کو بھی شامل ہے اور قرآن مجید کے الفاظ برکت اور باعث ثواب ضرور ہیں لیکن یہ نصیحت اس وقت بنتے ہیں جب اس کے معانی بیان کیے جائیں، پس "نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ" کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے قرآن مجید کو اس کے بیان سمیت اتارا ہے۔ یعنی جہاں قرآن مجید منزل من اللہ ہے وہیں (اس کا بیان) سنتِ رسولؐ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے ـــــ "وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ ـــــ الاٰية" میں بھی یہی نکتہ کارفرما ہے اور "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" کے معنی بھی یہیں ہیں۔

مدنی صاحب نے فرمایا:

اس آیت سے جو دوسرا نکتہ ہمیں حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں "ذکر" کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا ہے جبکہ ذکر کتاب و سنت دونوں کو شامل ہے، پس جس طرح قرآن مجید تاقیامت محفوظ اور ہمارے لیے راہنما ہے اور آپؐ کی نبوت ہمارے لیے تاقیامت ہے، وہیں آپ کی سنت بھی قیامت تک محفوظ اور اس کی حیثیت بھی ہمارے لیے دائمی راہنمائی ہے!

ایک مغالطہ اور اس کی تردید:

مدنی صاحب نے اس سلسلہ میں ایک مغالطہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بعض لوگ یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت تو دائمی ہے، لیکن جب آپؐ کی بعثت ہوئی، اس وقت عرب کے کچھ مخصوص حالات تھے جو شریعت میں داخل ہو گئے، لہٰذا انہیں تو تبدیل ہونا ہی چاہیے ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ حالات شریعت سازی نہیں کرتے، یہ تو تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ شریعت حالات کا لحاظ رکھتی ہے، لیکن اگر یہ کہا جائے کہ حالات سے متاثر ہو کر آپؐ نے منشاء الٰہی بیان فرمایا ہو تو یہ امر واقعہ کے بھی خلاف ہے۔

اور اس لحاظ سے بھی باطل، کہ شریعت ساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ جبکہ یہ غلط فہمی پیدا ہونے کی وجہ ہی یہ ہے کہ آپؐ کو شریعت ساز سمجھ لیا جائے۔ یاد رکھیے، زمانہ خواہ کتنی ترقی کر جائے، حالات خواہ کوئی سا رخ اختیار کریں، تا قیامت، ہر دور میں پیش آنے والے حالات کا لحاظ اللہ تعالیٰ نے شریعت میں رکھ لیا ہے، اور شریعت محمدی کے کامل ہونے کے معنی یہی ہیں ——— دوسری شریعتیں بھی بلاشبہ کامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ، جو شریعت ساز ہیں، کی ایک صفت حکیم بھی ہے اور حکیم کا کوئی کام ناقص نہیں ہوتا، لہٰذا یہ شریعتیں جن اقوام کے لیے تھیں، کامل تھیں، لیکن اگر ان شریعتوں، مثلاً موسوی یا عیسوی شریعت کو قیامت تک کے لیے لازمی سمجھ لیا جاتے تو یہ اس لحاظ سے کامل نہ کہلا سکیں گی کہ ان میں ہر زمان و مکان کی الجھنوں کا حل موجود نہ ہو گا کیونکہ یہ اپنے وقت کے لیے تھیں۔ چنانچہ یہ بعد میں تبدیل ہو گئیں، جبکہ محمدی شریعت زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے اور چونکہ سنت بھی شریعت ہے لہٰذا اس میں ہر دور کے حالات کا لحاظ رکھ لیا گیا ہے اور چونکہ شریعت غیر متبدل ہے لہٰذا سنت کی حیثیت بھی دائمی ہے۔

مدنی صاحب نے آخر میں یہ وضاحت ضروری سمجھی کہ ہمارے یہ مذاکرات اسلامی حدود و تعزیرات کے سلسلے میں ہو رہے ہیں ——— اور اس مقام پر پہنچ کر ہمیں رجم کے سلسلہ کے ایک اشکال کا حل بھی مل جاتا ہے کہ رجم تعزیر ہے یا حد؟ ——— اگر ہم رجم کو تعزیر مان لیں تو تعزیر حاکم کی مرضی کے مطابق سزا کا نام ہے جسے اس کی ذاتی رائے کہا جا سکتا ہے اور جو یقیناً وقتی ہو گی ——— پرویز صاحب نے یہی مغالطہ دیا ہے کہ ان کے نزدیک رسول کی حیثیت حاکم کی ہے اور یہی ان کے نزدیک رسول کی تعریف بھی ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک پہلے محمدؐ رسول تھے، پھر صدیق اکبرؓ اور پھر حضرت عمرؓ، وعلیٰ ہذا القیاس، جسے وہ "مرکزِ ملت" کا نام دیتے ہیں ——— "أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" کے معنی ان کے نزدیک یہی ہیں کہ قرآن کی اطاعت کرو، پھر حاکم کی۔ اور اولی الامر سے ان کی مراد بیوروکریسی کی ہے۔ پھر "فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ۔ الخ" کے سلسلہ کو انہوں نے اس طرح منطبق کیا ہے کہ اگر حاکم اور بیوروکریسی میں اختلاف ہو جائے تو ان دونوں کو چھوڑ کر مرکزِ ملت کی طرف رجوع کیا جائے ——— اور یہ سارا جال مستشرقین کا پھیلایا ہوا ہے ——— مدنی صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہم جب یہ ثابت کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت دائمی ہے، وقتی نہیں، جبکہ تعزیر ایک وقتی چیز ہے تو لامحالہ ہمیں رجم کو تعزیر کی بجائے حد اور اسے حاکم کی منشا کی بجائے اصل شریعت ماننا پڑے گا اور سنت کی دائمی حیثیت

اسی کی متقاضی ہے!

اس سلسلہ میں مدنی صاحب نے ان دو آدمیوں کے واقعہ کا حوالہ دیا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں زنا کا ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے کہا تھا:

"اِقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ"!

یعنی "(اے اللہ کے رسولؐ) آپ ہمارے درمیان اللہ کی شریعت سے فیصلہ فرمائیے"!

چنانچہ آپؐ نے لڑکے کو (کنوارا ہونے کی بناء پر) کوڑے مارنے اور عورت کو (شادی شدہ ہونے کی بناء پر اور اس کے اقرار کی صورت میں) رجم کرنے کا حکم فرمایا تھا — گویا رجم کا مسئلہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس کی حیثیت شرعی ہے، یہ ایک حاکم کا وقتی حکم نہیں ہے اور یہ حد ہے، لیکن اگر اسے تعزیر مان لیا جائے تو اس کی زد شریعت پر پڑتی ہے کہ تعزیر ایک انتظامی اور انسدادی حکم ہوتا ہے اور اسی حیثیت سے حاکم کی صوابدید پر مبنی ہوتا ہے — اور یہی وجہ ہے کہ علماء شریعت کی حفاظت کے لیے رجم کے حد ہونے پر زور دیتے ہیں!

چند سوالات اور ان کے جوابات

سوال: کشف کے سلسلہ میں بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ذکر مع مراقبہ سے ہر شخص اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مراقبہ میں دیکھتا ہے، آپؐ سے باتیں کرتا ہے اور بعض قبروں کا حال بھی جان سکتا ہے — یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: میں اپنے خطاب میں یہ ذکر کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت حاصل کرنے کی کوئی با اعتماد صورت نبی کے واسطے کے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا کشف کا انکار تو نہیں کیا جا سکتا، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کشف کے بارے میں یہ تعین نہیں کیا جا سکتا کہ وہ الہامی ہے کیونکہ ایسے امور میں شیطان کی دخل اندازی بہت ممکن ہے اور یہ تمیز نہیں ہو سکتی کہ کہاں تک اس میں ملاوٹ ہوئی ہے؟ — جبکہ شیطان اللہ کے نام پر بھی دھوکا دینے سے گریز نہیں کرتا — قرآن کریم میں ہے:

"وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللهِ الْغَرُوْرُ"!

کہ "بڑا دھوکے باز تمہیں اللہ کے (نام کے) ساتھ دھوکا نہ دے"!

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ بادلوں میں سے انہیں آواز آئی، "اے شیخ عبدالقادر، تو نے میری اتنی عبادت کی ہے کہ میں تجھ سے خوش ہو گیا ہوں"! شیخ عبدالقادرؒ نے